SHEHRI

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو' وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے... مارگریٹ میڈ

شہری

برائے بہتر ماحول

جنوری تا جون 2001ء

اندرونی صفحات پر

- صحت مند شہر
- نئی صدی میں کرہ ارض کا تحفظ
- عالمی یوم خواتین
- توانائی کے لئے متبادل ذرائع

کیرتھر نیشنل پارک بے توجہی کا شکار ہے

سندھ جنگلی حیات تحفظ آرڈی نینس کے مطابق قومی باغات میں کھدائی اور معدنیات کی تلاش ممنوع ہے

وفاقی وزارت برائے پیٹرولیم و قدرتی ذرائع سے منسلک ایک ادارے پیٹرولیم کنسیشنز کے جنرل ڈائریکٹریٹ نے پریمیئر آئل گروپ کو 1997ء میں ڈمبر بلاک میں گیس اور تیل کو تلاش کرنے کی اجازت دی تھی۔ بعد میں پریمیئر آئل کا شیل آئل کے ساتھ الحاق ہوگیا اور پریمیئر شیل پاکستان گروپ وجود میں آیا۔

ڈمبر بلاک کا 90فیصد حصہ کیرتھر نیشنل پارک پر مشتمل ہے۔ کیرتھر نیشنل پارک (کے این پی) ملک کا سب سے بڑا قومی پارک ہے۔ سندھ وائلڈ لائف ڈپارٹمنٹ نے اسے 1974ء میں ایک قومی پارک کا درجہ دیا تھا۔ یہ پاکستان کا پہلا پارک ہے جسے 1975ء میں اقوام متحدہ کی قومی پارکوں کی فہرست میں شامل کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ

کیرتھر عالمی تحفظ یونین کے مقرر کردہ سخت معیار پر محفوظ علاقہ درجہ دوم کے لئے پورا اترتا ہے۔

کے این پی کراچی کے شمال میں 80 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ حیاتیاتی تنوع کے علاوہ اس علاقے میں ساڑھے تین ہزار برس قبل مسیح سے تعلق رکھنے والے آثار قدیمہ بھی پائے جاتے ہیں۔ وسیع و عریض قطعات پر پھیلا ہوا ایک تاریخی قلعہ رنی کوٹ

سٹیزنز کمیٹی برائے کیرتھر

- ورلڈ وائیڈ فنڈ فار نیچر۔ پاکستان
- سسٹین ایبل ڈیولپمنٹ پالیسی انسٹیٹیوٹ (ایس ڈی پی آئی)
- سنگی ڈیولپمنٹ
- شہری۔ سٹیزنز فار بیٹر انوائرمنٹ
- شرکت گاہ
- کریڈ الائینس
- پائلر
- کراچی ایڈمنسٹریشن ویمن ویلفیئر سوسائٹی (کے اے ڈبلیو ڈبلیو ایس)
- عورت فاؤنڈیشن
- اربن ریسورس سینٹر (یو آر سی)
- ادارہ امن و انصاف (آئی ڈی اے آر اے)
- ساؤتھ ایشیا پارٹنرشپ۔ پاکستان
- سندھ گریجویٹس ایسوسی ایشن

شہری

جی 206 بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس
کراچی۔ پاکستان
ٹیلی فون / فیکس 92-21-453-0646
E-mail: Shehri@onkhura.com
(Web site) URL:http://www.onkhura.com/shehri

ایڈیٹر : بینا صدیقی
انتظامی کمیٹی:
چیئر پرسن : قاضی فائز عیسیٰ
وائس چیئر پرسن : وکٹوریہ ڈی سوزا
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : حنیف۔ اے ستار
ارکان : نوید حسین، خطیب احمد
ایس رضا علی گردیزی
شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر : مسز منصور
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر: محمد ریحان اشرف
شہری ذیلی کمیٹیاں:
آلودگی کے خلاف : نوید حسین
تحفظ ورثہ: دانش آذر زوبی، حمیر الرحمٰن
میڈیا اور بیرونی روابط : حمیر الرحمٰن،
حسن جعفری، فرحان انور
قانون: قاضی فائز عیسیٰ، امبر علی بھائی،
رولینڈ ڈی سوزا، وکٹوریہ ڈی سوزا،
خطیب احمد
پارکس اور تفریح : خطیب احمد
اسلحہ سے پاک معاشرہ : نوید حسین،
قاضی فائز عیسیٰ
مالی حصول : تمام ارکان
ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شائع مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔
ایڈیٹر / ادارتی عملہ کا خبر نامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔
لے آؤٹ اور ڈیزائن: زیڈ یو لالہ
پروڈکشن: انٹر پریس کمیونیکیشن (IPC)
مالی تعاون: فریڈرک نومان فاؤنڈیشن
رکن IUCN دی ورلڈ کنزرویشن یونین

بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ پارک کا علاقہ چار اہم آبی گزرگاہوں کے پن دھارے کی حیثیت سے بھی فرائض انجام دیتا ہے۔ یہ آبی گزرگاہیں کراچی و حیدرآباد کی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ مثلاً حب، باران، مول اور ملیر نامی دریا۔

لیکن اس وقت باعث پریشانی پارک کی قانونی حیثیت کا مسئلہ ہے۔ سندھ جنگلی حیات تحفظ آرڈی نینس 1972ء کے مطابق صوبہ سندھ کے تمام قومی باغات میں کھدائی اور معدنیات کی تلاش کی تمام سرگرمیاں ممنوع ہیں۔ حکومت سندھ کے ایک اعلان 1997ء اور سندھ جنگلی حیات کے ترمیمی بل سے اس قانون میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ تیل و گیس کی تلاش کا یہ لائسنس قطعی طور پر ایک غیر قانونی فعل ہے۔

صرف اسی وجہ سے جب پریمیئر گروپ نے سندھ جنگلی حیات کے محکمے (SWD) سے علاقے تک رسائی حاصل کرنے کے لئے رابطہ کیا تو ایس ڈبلیو ڈی کے حکام نے اس اقدام کے خلاف مزاحمت کی اور بین الاقوامی یونین برائے تحفظ فطرت (آئی یو سی این) پاکستان سے بھی ماہرانہ رہنمائی حاصل کرنے کے لئے رابطہ قائم کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ایس ڈبلیو ڈی بعد میں اس بدقسمت باب کا ایک اہم حصہ بن گیا وہ ایک الگ کہانی ہے۔

جب ایس ڈبلیو ڈی نے آئی یو سی این سے رابطہ قائم کیا تو ماحولیاتی گروپوں نے بھی برابر کا ساتھ دیا۔ آئی یو سی این پاکستان نے اپنی پاکستان نیشنل کونسل ممبر شپ کے اندر کیرتھر پر ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی۔ پھر اس ذیلی کمیٹی کو سٹیرنز کمیٹی برائے کیرتھر بنانے

جالیہ سروے کے مطابق پارک میں انواع کی دو سو سے زیادہ اقسام پائی جاتی ہیں

کے لئے وسعت دی گئی کیونکہ زیادہ سے زیادہ غیر سرکاری تنظیمیں (این جی اوز) اس مہم کا حصہ بن گئیں تھیں جو آئی یو سی این پاکستان کی رکن نہیں تھیں پھر وسیع تر اتحاد کے قیام کی ضرورت کو بھی محسوس کیا گیا۔ ابتداء میں آئی یو سی این نے تیل کمپنیوں اور حکومت کے ساتھ رابطہ قائم کر کے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔ بحث و مباحثے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ پارک کا بنیادی مطالعہ کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے تاکہ پارک کی ایک فہرست تیار کی جاسکے۔ اس مطالعے کی بھی اجازت صرف اس لئے دی گئی تھی کہ پارک کا تفصیلی مطالعہ 1974ء میں کیا گیا تھا۔ جس کی بنیاد پر کیرتھر کو قومی پارک کا درجہ دیا گیا تھا۔ مجوزہ بی ایس کے نتائج کی بنیاد پر پارک کے لئے ایک انتظامی نصوبہ بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔

تیل اور گیس کی تلاش کے منصوبے کے تجویز کنندگان اور حمایتوں نے بیس لائین مطالعے کی بجائے ایک ماحولیاتی اثرات کا جائزہ (EIA) شروع کرنے پر اصرار کرنا شروع کردیا۔ شہری گروپوں نے اس اقدام کی مزاحمت کی ہے ایک ای آئی اے پروجیکٹ کا ایک اٹوٹ حصہ ہمیشہ رہتا ہے جس کے ماحولیاتی اثرات کا وہ جائزہ لیتا ہے۔ اس کیس میں زیر بحث منصوبہ واضح طور پر ایک غیر قانونی عمل ہے۔ اس لئے یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اس کا ای آئی اے بھی غیر قانونی ہوگا اور یہ ایک بہت سادہ سی حقیقت ہے۔ حکومت اور تیل کمپنیاں اس بات پر اصرار کرتی ہیں کہ ای آئی اے مداخلت بے جا نہیں ہے یہ ایک سائنسی مطالعہ ہے اس لئے اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ شہری گروپ اس دلیل کو قبول نہیں کرتا۔

21/22 جنوری 2000ء کو ایک عوامی مشاورتی ورکشاپ کا انعقاد کراچی میں ہوا۔ جس میں بنیادی مطالعے کی حوالہ جاتی شرائط کو حتمی شکل دی گئی۔ ملبورن انٹر پرائزیز (MEI) ملبورن یونیورسٹی آسٹریلیا کی ایک تجارتی شاخ ہے جسے بنیادی مطالعہ کرنے

1973ء کے مطالعے و تحقیق کے مطابق پارک میں پائے جانے والے پودوں کی فہرست 200 سے کم اقسام کے پودوں پر مشتمل تھی۔ آج ہمارے پاس ایک اور فہرست موجود ہے جو 400 سے بھی زیادہ اقسام کے پودوں پر مشتمل ہے۔ پارک کے اندر پودوں کی تقریباً 500 اقسام اور صوبہ سندھ کے جانے پہچانے پھولوں کی تقریباً ایک ہزار سے زیادہ اقسام پائی جاتی ہیں۔ ہمیں یقین نہیں ہے کہ ہم نے پارک میں موجود تمام اقسام کا پتہ لگالیا ہے

ڈاکٹر نیل انرائیٹ۔ ٹیم لیڈر
کیرتھر بیس لائین اسٹڈی
ایم ای آئی یونیورسٹی آف ملبورن۔ آسٹریلیا

کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ اس نے اپنی تحقیق پیش کی۔ اس ورکشاپ میں جو بنیادی عہد کئے گئے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- کسی ای آئی اے کی تجویز پر غور نہیں کیا جائے گا۔ صرف بنیادی مطالعے کے نتائج پر غور و خوض کے بعد ہی متعلقہ ادارے پارک کے کسی مستقبل کے انتظامی منصوبے کی بنیاد کو تشکیل دیں گے۔

کیونکہ بی ایس کے لئے فنڈز پریمیئر شیل گروپ نے فراہم کئے تھے اس لئے شہری گروپ نے اس پر نظر رکھنے کے لئے کئی اقدامات تجویز کئے جنہیں حکومت نے قبول کرلیا۔

ان میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

- پروجیکٹ اسٹیئرنگ کمیٹی (PSC) کی تشکیل جو تمام متعلقہ اداروں پر مشتمل ہو۔ پی ایس سی مطالعے کے تمام پہلوؤں کی نگرانی کرنے کی ذمہ دار ہوگی جس میں منصوبے کے لئے کام کرنے والے افراد کو منظور کرنے سے لے کر فنڈز کی منظوری اور اجراء سبھی شامل ہیں۔
- ایک تیکنیکی مشاورتی گروپ کا قیام عمل میں لایا جائے گا جو تیکنیکی غلطیوں پر نظر رکھے گا اور پی ایس سی (PSC) کو رپورٹ کرے گا۔
- بی ایس کے نتائج عوام کے سامنے رکھے جائیں گے۔

اس وقت سے اب تک ٹوٹے ہوئے وعدوں اور ذمہ داریوں کی ایک طویل سرگزشت ہے جو پروجیکٹ کے حامیوں کی جانب سے آج تک جاری ہے۔ آیئے اس فہرست کا ہم مختصراً جائزہ لیں۔

- پی ایس سی کو پروجیکٹ کی ابتداء سے ہی کام شروع کرنا تھا لیکن اس کا اعلان شہری گروپوں کے شدید دباؤ کے بعد گزشتہ ستمبر میں کیا گیا اور پہلی مرتبہ 22 ستمبر 2000ء کو اس کا پہلا اجلاس ہوا جبکہ مطالعے کا آغاز نو ماہ قبل جنوری میں کیا گیا تھا۔ پھر بھی جب اس کا قیام عمل میں آیا تو اس کے اجزائے ترکیبی ایسے تھے کہ شہری گروپوں نے اسے فوری طور پر رد کردیا۔

- ٹیگ کا اجلاس صرف ایک بار منعقد ہوا وہ بھی غیر رسمی طور پر ایک پارک میں ہوا اس کی رپورٹ بھی پی ایس سی کو نہیں دی جاسکی کیونکہ پی ایس سی کا وجود ہی اس وقت تک نہیں تھا۔
- مطالعے کے نتائج کو عوام کے سامنے پیش نہیں کیا گیا شہریوں کے بے حد دباؤ پر ابتدائی نتائج صرف آئی یو سی این اور ڈبلیو ڈبلیو ایف کو فراہم کئے گئے جو کسی بھی طرح شہریوں کی نمائندگی نہیں کرتے۔
- ایک اور دلچسپ بات بنیادی مطالعے کا معاہدہ سہ راہی معاہدہ ہے۔ ایم ای آئی کو یہ تحقیقی مطالعہ سرانجام دینا ہے۔ پی ایس پی فنڈز مہیا کرنے والے ہیں اور این ڈبلیو ڈی کو حکومت سندھ کی نمائندگی کا کام سرانجام دینا ہے جو ایک مجاز اتھارٹی ہے۔ ابتداء میں جب معاہدہ تیار ہوا تھا تو اسے منظوری کے لئے وزارت قانون سندھ کو بھیجا گیا تھا۔ ان کے کچھ تحفظات تھے چنانچہ یہ این ڈبلیو ڈی کو تبصرے اور تشریح کے لئے بھیج دیا گیا، لیکن پروجیکٹ پر کام شروع کردیا گیا اور جب اعداد و شمار اکٹھا کرنے کا 70 فیصد کام مکمل ہوگیا تو این ڈبلیو ڈی نے آخر کار اگست میں اس پر دستخط کئے۔ اس وقت تک یہ ایک دو راہی معاہدہ تھا۔ ان سات آٹھ مہینوں کے دوران عوام کے مفادات کا تحفظ کون کر رہا تھا اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔
- اب ہم اصل تنازعہ کی جانب آتے ہیں این ڈبلیو حکام نے کراچی ورکشاپ میں یہ بات نہایت دوٹوک انداز میں کہی تھی کہ جب تک بنیادی نتائج کو جانچا نہیں جاتا اس وقت تک کسی بھی ای آئی اے کے بارے میں سوچا نہیں جاسکتا، لیکن پھر صرف ایک ماہ کے اندر ہی یعنی اپریل میں ای آئی اے کا آغاز ہوا اور اس پر آج تک کام جاری ہے اور یہ حقیقت ہے کہ یہ بنیادی اسٹڈی کے مکمل ہونے سے پہلے ہی پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گا اب کوئی اس قسم کے اعمال کی وضاحت کیسے کرسکتا ہے؟ اگرچہ کہ بی ایس اے دباؤ اور پابندیوں میں کئے جانے کے باوجود کیرتھر نیشنل پارک کی ایک بہت اچھی و مثبت تصویر پیش کرتا ہے۔ ڈاکٹر نیل انرائیٹ آسٹریلین ٹیم کے لیڈر ہیں ان کے کہنے کے مطابق کیرتھر نیشنل پارک میں 200 نئی اقسام کا پتہ چلایا گیا ہے پی ایس سی کی پہلی میٹنگ میں ڈاکٹر نیل نے مزید کہا کہ انہیں کیرتھر میں ایک ایسا پودا ملا ہے جسے دنیا بھر میں اس سے پہلے دستاویز میں شامل نہیں کیا گیا تھا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مطالعہ اور تحقیق شدید خشک سالی کے دوران کیا گیا تھا اس لئے یہ پارک کی اصل ماحولیاتی حیثیت کی سچی نمائندگی نہیں کرتی۔

کیرتھر پر بننے والی شہری کمیٹی کے بارے میں دو چیزیں نہایت واضح ہے۔ اول تو یہ سارا عمل ہی غیر قانونی ہے۔ واضح الفاظ اور غیر مبہم قانونی پابندیوں کے باوجود پہیلی کو بوجھنے کا عمل جاری و ساری ہے۔ متعلقہ قانون اور ترمیمات کو تسلیم نہیں کیا گیا یا بیشتر کو معمولی رکاوٹیں سمجھا گیا۔ ان سے کسی اور مناسب وقت پر نمٹنے کے لئے چھوڑ دیا گیا اور جب دباؤ ڈالا گیا تو وہی پرانی بھیک کے کٹورے کی دلیل دی گئی کہ ہماری معیشت بدحالی کا شکار ہے ملک کو غیر ملکی سرمایہ کاری، کی ضرورت ہے۔ ان تمام معاملات سے قطع نظر یہ حاکمیت کا ایک معاملہ ہے اگر قومی حاکمیت کا عمل کسی قابل ہوتا تو ہمیں ان مسائل کا سامنا ہی نہ ہوتا۔ اور جب حل تلاش کرنے کا وقت آتا ہے تو دوسرے راستے بھی نہیں بتاتی۔ کیا شہریوں کو ہمیشہ اپنی حکومتوں کی بدانتظامیوں کے لئے قیمت چکانی پڑے گی۔ ❖❖❖

شہری سرگرمیاں

صحتمند شہر کراچی منصوبہ

کراچی پر بنیادی تحقیقی رپورٹ کو متعارف کیا گیا

صحت مند شہر کراچی منصوبے پر کی گئی بنیادی تحقیق کی رپورٹ کو کراچی میں شہری معاشرے کے مختلف سیکٹروں کے نمائندوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہ منصوبہ پارک یونیورسٹی ٹورنٹو کینیڈا کے کلیہ ماحولیاتی سائنسز کا تھا۔ شہری سی بی ای نے منصوبے کے لئے میزبان تنظیم کی حیثیت سے کام کیا۔

شہری سی بی ای کے چیئرپرسن قاضی فائز عیسیٰ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔

جناب عیسیٰ نے کہا کہ یہ منصوبہ شہری سی بی ای کی جانب سے ایک نئی پیش قدمی ہے کیونکہ شہر کو نچلی سطح پر جامع منصوبہ بندی اور شہر کے وسیع و عریض منصوبوں اور پیش قدمیوں پر عملدرآمد کے ذریعے درستگی اور بہتری کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ **کراچی کے شہریوں پر منحصر ہے کہ وہ جوش و جذبہ و تحریک مہیا کریں "ہم شکایت تو بہت کرتے ہیں لیکن اپنے مسائل کو حل کرنے میں فعال حصہ نہیں لیتے۔" جناب فائز عیسیٰ نے مزید کہا کہ معاشرے میں بہت زیادہ مایوسی نا امیدی پائی جاتی ہے اور خودکشی کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔**

جناب عیسیٰ نے اس حقیقت پر اظہار افسوس کیا کہ لوگ اس قدر حوصلہ شکن ہیں کہ وہ بڑی تعداد میں امریکہ و کینیڈا جیسے ممالک کے لئے ہجرت کر رہے ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں انسانی ذرائع کی ترقی میں بہت ہی کم سرمایہ کاری کی گئی ہے۔ اس حقیقت کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ ہم سے چھوٹے اور کمتر انسانی ذرائع رکھنے والے ممالک نے حالیہ اولمپک کھیلوں میں بہت زیادہ تمغے حاصل کئے اور ہم خالی ہاتھ واپس آئے تھے۔

انہوں نے اس امید کا اظہار کیا کہ صحت مند شہری منصوبہ مثبت تبدیلی کے ایک عمل کو متحرک کرسکتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس وقت ملک میں حاکمیت کی تمام سطحوں پر رابطے کا مکمل فقدان ہے۔ وزارت دفاع نے حال ہی میں ایک ایسی عمارت کو منہدم کردیا جسے ہیریٹیج ایکٹ (قانون ورثہ) کے تحت تحفظ حاصل تھا۔ جب اس بارے میں تفتیش کی گئی تو انہوں نے کہا کہ ان پر صوبائی قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اپنے خیالات کو سمیٹتے ہوئے انہوں نے کہا کہ فریئر ہال میں اجلاس کو منعقد کرنے کا پس منظر علامتی ہے۔ یہ ایک ایسی عمارت ہے جو کراچی کے قابل فخر ماضی کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ شاندار ڈھانچہ دو برسوں میں تعمیر ہوا تھا۔ اب ہم اس عمارت کی تعمیر کے سو برسوں بعد اس قابل ہیں کہ اعلیٰ سطحی کارکردگی پر فخر کرسکیں۔

تحقیقی رپورٹ کے صدر محقق محمد طارق خان نے نقشوں اور سلائیڈز کی مدد سے ہونے والے کام کو پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب انہوں نے اپنے کام کا آغاز کیا اور جن افراد سے ملاقات کی ان کی جانب سے

قاضی فائز عیسیٰ چیئرپرسن شہری سی بی ای

فرحان انور ایگزیکٹو ممبر شہری سی بی ای

خاصے طنزیہ رویئے کا مظاہرہ ہوا تھا۔ ایک طریقے سے یہ رویہ بے حسی و کٹھور پن کا مظہر ہے جو لوگوں میں پیدا ہوگئی ہے کہ بہتری کے لئے کچھ بھی تبدیل نہیں ہوگا اور حالات بد

محمد طارق خان صدر محقق صحتمند شہر تحقیقی رپورٹ

سے بدتر ہی ہوں گے۔ جناب خان نے صحت مند شہر کے تصور اور صحت کے ماڈل اور کمیونٹی ایکوسسٹم کا ایک تعارف پیش کیا ان کا مضمون ''شہر کی حالت'' کے موضوع پر تھا جس میں حاکمیت اور شہری معاشرہ، شہری معیشت، اہم خدمات اور بنیادی ڈھانچے، ماحولیاتی انتظام اور سماجی و معاشرتی حالات سے متعلق مسائل بھی شامل تھے۔

جناب خان نے سڑکوں، پبلک ٹرانسپورٹیشن، پانی، صحت و صفائی اور ٹھوس فضلے کے انتظام کے علاقوں کی نشاندہی کی کہ جن کی فوری درستگی کی ضرورت ہے۔ انہوں نے ماحولیات کے انتظام کے مسئلے پر ثقافتی سرگرمیوں کے احیاء اور تفریحی بنیادی ڈھانچے کی تعمیر پر زور دیا۔

انہوں نے تحقیق کے ضمن میں اختیار کئے گئے طریقہ کار کی تشریح کی جس کی بنیاد شراکتی عملی تحقیق کے اصولوں پر تھی اور جس میں انٹرویوز، بحث و مباحثے انٹرنیٹ کے استعمال تک رسائی اور کراچی میں شہری معاشرے کے مختلف حصوں کی جانب سے مواد کا حصول شامل تھے۔ انہوں نے منصوبے کے لئے میزبان تنظیم کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے پارک یونیورسٹی کی جانب سے شہری سی بی ای کا شکریہ ادا کیا۔

شہری سی بی ای کے ایگزیکٹو رکن اور تحقیقی رپورٹ کے لئے مقامی ریسورس پرسن جناب فرحان انور نے موضوع پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ صحت مند شہر کا تصور ایک ارتقائی عمل ہے۔ اس کی سخت نتائج پر مبنی انتظامی نظام کی حیثیت سے درجہ بندی نہیں کی جاسکتی۔ یہ تصور ایک شہر کے اندر رہتے ہوئے فیصلہ سازی، منصوبہ بندی اور عملدرآمد کے عمل میں معاشرے کے تمام حصوں کی شراکت اور شمولیت چاہتا ہے اور کراچی میں یہ وقت کی ضرورت ہے۔

انہوں نے شہریوں سے اپیل کی کہ وہ ضرورت کی اس گھڑی میں اٹھ کھڑے ہوں اور کراچی کو امن، علم، ثقافت اور خوشحالی کے شہر میں تبدیل کرنے کے لئے اپنا حصہ ادا کریں۔ انہوں نے کراچی میں اس تصور کو متعارف کرانے کی پیش رفت کے لئے پارک یونیورسٹی کی ٹیم کا شکریہ ادا کیا اور کراچی میں صحت مند شہر کے منصوبے پر عملدرآمد کے لئے شہری کے عزم کا اظہار کیا۔ ❖❖❖

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے
''شہری'' میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ ''شہری'' میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کردیں۔

شہری برائے بہتر ماحول۔ 206-جی۔ بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس، کراچی 75400۔

پاکستان ٹیلی فون / فیکس 92-21-4530646

E-mail address:
Shehri@onkhura.com (Web site)
URL:http//www.onkhura.com/shehri

نام ____________ ٹیلی فون (گھر) ____________

ایڈریس ________________________

پیشہ ____________ ٹیلی فون (دفتر) ____________

شہری کی رکنیت

2001ء کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔ شہری میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو صاف کرنے، صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لئے مدد دیں۔

''قوانین 2000ء'' کے مسودے پر شہری کا تبصرہ

حکومت نے تعمیرات کے ذیلی قوانین 2000ء کے پہلے مسودے عوامی بحث ومباحثے پیش کیا ہے۔ شہری نے اس عمل میں تفصیلی تبصرے وررائے پیش کیے اور مسودے کو حتمی صورت دینے کے لئے ہونے والی عمومی سماعت میں نہایت سرگرمی سے حصہ بھی لیا۔

عمومی تبصرے اور آراء

مسودے کی زبان قانونی طور پر درست ہونی چاہئے۔ اعتراضات کا جائزہ لینے والی کمیٹی میں دوبارہ تشکیل کے مرحلے پر ایک ماہر وقابل وکیل کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ مندرجہ ذیل پر مشورہ دے سکے۔

- الفاظ اور اصطلاحات کا استعمال (مثلاً ''ہوگا'' (Shall) ہونا چاہئے (Should) یقیناً ہوگا (Shell) ضرور ہونا چاہئے (Must) ترجیحاً (Preferable) وغیرہ)
- مجوزہ قوانین ایس بی سی او 1979ء اور دیگر قوانین کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہئے۔ (اس میں کے ڈی اے آرڈر 1957ء لیز/لینڈ گرانٹ کنڈیشنز اور زونل پلان وغیرہ شامل ہے)
- زبان کے غلط استعمال اور غلط ترجمانی و توضیح کا خاتمہ۔

2- کے بی سی اے کی داخلی کارکردگی مناسب بنیادوں پر استوار، دستاویزی اور اچھی طرح مشتہر طریقہ کار پر مبنی نہیں ہے۔ مثلاً۔

- سی سی او بی۔ سی او بیز۔ ڈی سی بیز اور اے سی بیز وغیرہ کو اختیارات اور ذمہ داریاں سونپنا۔
- منصوبوں کی منظوری وغیرہ کے لئے مرحلہ وار طریقہ کار۔

قواعد وضوابط کو بامعنی اور موثر بنانے کے لئے اسے اور مندرجہ دواقدامات کو نظام کے تحت ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔

3- ایس بی سی او 1979ء کے تحت (کے ای ایس سی کورٹ۔ کے ایم سی کورٹ وغیرہ کی مانند) مجرمانہ خلاف ورزیوں و قانون شکنی کے مقدمات کے لئے پانچوں ضلعوں پر محیط ایک خصوصی عدالت کا قیام بہت ضروری ہے۔

4- کے ڈی اے/کے بی سی اے کے خصوصی مجسٹریٹوں اور کے ڈی اے/کے بی سی اے پولیس کے کردار اور فرائض کو خصوصی تقویت دینی ضروری ہے۔

5- تمام مقطعات اور اختصار اور ایجاز کو ''تعریف'' کے باب میں (مثلاً ''فلور ایریا ریشو'' (ایف اے آر) یا ایک علیحدہ فہرست میں بیان کرنا ضروری ہے۔

6- ٹاؤن پلاننگ یا تعمیراتی قواعد وضوابط کے وضع ہونے سے پہلے کیا پورے شہر کے لئے کوئی ایک ماسٹر پلان یا ایک ساخت یا بناوٹ کا پلان نہیں تھا؟ جو کچھ ہو رہا ہے کیا ہمیں اس کی نگرانی کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟ علاقے اور آبادی کو گنجان بنانے کا کام (کمرشلائزیشن، پلاٹ، تناسب/فار وغیرہ) شہر پر اس کے اثرات اور اس کی تفریحات اور بنیادی ڈھانچے کو سمجھے بغیر الگ تھلگ ہوکر نہیں کیا جاسکتا۔ گنجان پن میں اضافے کے لئے شہری تجدیدی مشق ایک بنیادی شرط ہے۔

7- کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ معذور افراد کے لئے عمارات تک پہنچ کے امکانات رکھے جائیں (مثلاً ڈھلوان راستے، لفٹس، خصوصی ٹوائلٹس، آگ سے بچاؤ کے راستے، پینے کے پانی کے فوارے وغیرہ)۔

8- ترتیب وار صفحات کا شمار کیا جائے ''1 - 2 - 3 - 4''

9- تمام یونٹس کا اشاری نظام میں ہونا ضروری ہے اور امپیریل یونٹس توسوں کے اندر ساتھ ہی ہونے چاہئیں۔

10- متعلقہ ادارے ان قواعد وضوابط اور مختلف مثبت اقدامات کو کس طرح منظم کرتے ہیں۔

شہری کے ای ایس سی ٹیرف میں اضافے کے لئے پٹیشن میں پارٹی بن گیا

نیپرا (NEPRA) نے شہری کی کے ای ایس سی ٹیرف کیس میں پارٹی بننے کی درخواست قبول کرلی ہے۔ اس مسئلے پر ایک منصفانہ اور معلومات افزا فیصلے تک پہنچنے میں مدد اور تعاون فراہم کرنے کے علاوہ شہری نے یہ بھی درخواست کی ہے کہ مندرجہ مسائل پر بھی نظر ثانی کی جائے جو بجلی کی قیمت اور الیکٹریکل نظاموں کی کارکردگی کے معیارات اور سلامتی اور تحفظ کی بہتری سے براہ راست منسلک ہیں۔

1- الیکٹریسٹی ایکٹ 1910 اور الیکٹریسٹی رولز 1937 کو وقت کے تقاضے کے مطابق بنایا جائے یہ دونوں ناقص قوانین اور ضوابط ہیں۔

2- مجوزہ ضروری خدمات کی امتیازات مثلاً وولٹیج، غیر تغیر پذیری، لوڈشیڈنگ وغیرہ پر عملدرآمد ہونا۔

3- بجلی کے انسپکٹروں کی کارکردگی اور رشوت ستانی جو بجلی کی تنصیبات کے تحفظ کو غیر یقینی بناتی ہے۔

4- پاکستان میں بجلی کے نظاموں (ضروری خدمات اور صارف دونوں) کی پرخطر نوعیت۔

5- کے ای ایس سی کو سسٹم ڈیولپمنٹ چارجز کا نیپرا ایوارڈ ملنا۔

6- بجلی پیدا کرنے والے پرائیوٹ پروڈیوسر، واپڈا اور کے ای ایس سی کے مقابلے میں بہت زیادہ اہل ہیں۔ اس لئے پروڈیوسروں کے درمیان بجلی کی وہیلنگ (WHEELING) کے فوائد کو فروغ دینا۔

لبرل فورم پاکستان

خود مختار عدلیہ اور شفاف و غیر جانبدارانہ انصاف کی فراہمی کے لئے سرگرم عمل

لبرل فورم پاکستان باشعور شہریوں کی ایک تنظیم ہے جو درج ذیل سیاسی اقدار اور اصولوں کی بنیاد پر کام کر رہی ہے:

☆ فرد کی آزادی اور سماجی ذمہ داری

☆ جمہوری اصولوں کی بالادستی

☆ قانون کی حاکمیت

☆ رواداری

☆ مقابلہ اور مسابقت کی بنیاد پر منڈی کی معیشت کا قیام

☆ منڈی، تعلیم، معلومات، لیبر، اشیاء اور سرمایہ کی مارکیٹوں تک بلا روک ٹوک رسائی/ مساوی مواقع کی فراہمی

☆ اختیارات اور فیصلہ سازی کی نیچے تک منتقلی/ لامرکزیت

☆ تمام شہریوں میں مساوات

توجیہہ

پاکستان کے موجودہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم اپنے سیاسی، سماجی اور اقتصادی ڈھانچے کے درمیانی ربط کو سمجھیں اور اس کو اس طرح سے از سر نو استوار کرنے کی کوشش کریں کہ شہری سوسائٹی کی ترویج، قانون کی حاکمیت اور شفاف حکمرانی جیسے مقاصد حاصل ہو سکیں اس سلسلہ میں پاکستانی معاشرہ کی درج ذیل موجودہ صفات کو سامنے رکھنا ہوگا۔

☆ حکومت ہمارے بہت سارے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں مداخلت کرتی ہے اور اس طرح سے اظہار رائے، تقریر، انجمن سازی اور مذہب وغیرہ کی آزادی کو محدود کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

☆ عوام الناس میں فرد، خاندان اور کمیونٹی سے متعلق حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں ناواقفیت پائی جاتی ہے۔

☆ ہمارے معاشرہ میں ایسے مواقع کی کمی ہے جن کو بروئے کار لا کر ایک فرد چیزوں کے انتخاب سے متعلق اپنی مرضی کو استعمال میں لا سکے۔

☆ انتہا پسند قوتوں، لوگوں کی ذاتی زندگی میں اور بالخصوص اقلیتوں اور کم استحقاق رکھنے والے گروہوں کے معاملات میں بڑھتی ہوئی مداخلت۔

☆ انسانی حقوق، قانون کی حاکمیت اور سماجی خدمات سے لاپرواہی اور سول اداروں کی زوال پذیر صورت حال۔

☆ تجارت اور بیوپار پر ضابطوں کا بوجھ جو ملکی اور بیرونی تجارت کے فروغ میں رکاوٹ کا باعث ہیں۔

☆ سماجی، اقتصادی اور انتظامی اختیارات کی بڑھتی ہوئی مرکزیت جو کہ مقامی آبادی کی عدم شمولیت اور فیصلہ سازی میں تاخیر کا موجب بنتی ہے۔

ایجنڈا

سیاسی نظام

ہمارا یہ پختہ یقین ہے کہ پارلیمانی جمہوری نظام کو مضبوط بنانا اشد ضروری ہے ہمیں اس بات کا بھی احساس ہے کہ معاشرہ کے پسے ہوئے طبقات، بالخصوص عورتوں اور اقلیتوں کے بارے میں مثبت اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔ ہم اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ایسے مستقل نظام برپا کئے جائیں جو جمہوری احتساب، پالیسی، آڈٹ اور مسلح افواج پر عوامی کنٹرول قائم کر سکیں۔

انتخابی اصلاح

☆ بالغ رائے دہندگی اور اس کے ہمہ گیر جذبہ کے مطابق بحال کرنے کے لئے ووٹر کی عمر کم کر کے 18 سال کی جائے۔

☆ ایک خود مختار الیکشن کمیشن قائم کیا جانا چاہئے۔

☆ مشترکہ انتخابی نظام ترک کر دینا چاہئے۔

☆ موجودہ انتخابی نظام کا تجزیہ کر کے اس کی بہتری کے لئے اقدامات اٹھانے چاہئیں۔

عدلیہ

☆ ہم ایک خود مختار عدلیہ کا مطالبہ کرتے ہیں جو سیاسی مداخلت سے پاک ہو۔ تمام متوازی عدالتی نظامات، جیسے کہ وفاقی شرعی عدالت، انسداد دہشت گردی کی عدالت اور فوجی عدالتیں موقوف کر دی جائیں۔

☆ تمام شہریوں کے لئے شفاف اور غیر جانبدارانہ انصاف کی فراہمی جو کہ قومیت مذہب اور جنس کی تمیز سے بالاتر ہو۔

نظم و نسق

☆ ہم ایک چھوٹی اور ہلکی پھلکی حکومت میں یقین رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہمارا مطالبہ ہے کہ ایسا

پاکستان کے موجودہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم اپنے سیاسی، سماجی اور اقتصادی ڈھانچہ کے درمیانی ربط کو سمجھیں اور اس کو اس طرح سے ازسرنو استوار کرنے کی کوشش کریں کہ شہری سوسائٹی کی ترویج، قانون کی حاکمیت اور شفاف حکمرانی جیسے مقاصد حاصل ہوسکیں

غیر جانبدار، عمدہ کارکردگی والا، شفاف اور مختصر انتظامی بندوبست قائم کیا جائے جو قانون کی حاکمیت کو یقینی بنائے۔

حاکمیت

☆ ہمارا مطالبہ ہے لامرکزیت اور اختیارات کی نیچے منتقلی کے لئے اقدامات کئے جائیں اور دستور میں مقامی حکومت کو انتظامی امور چلانے کے حوالے سے ایک آزاد درجہ دیا جائے۔

امور خارجہ

☆ ہم ایک ایسی خارجہ پالیسی میں یقین رکھتے ہیں جو عوام کے نمائندوں نے تشکیل دی ہو اور جو اولین طور پر انسانی وقار، عدم مداخلت، باہمی توقیر اور فروغ امن پر مبنی ہو۔

معیشت

☆ ہم کھلی منڈی کی معیشت میں یقین رکھتے ہیں جس میں ایسے نظام موجود ہوں جو اجارہ داریوں کو روکیں اور صارفین کے حقوق کو یقینی بنائیں۔

☆ ہم ایسی منصفانہ اصلاحات اراضی کا مطالبہ کرتے ہیں جو کہ زرعی شعبہ کو کھلی منڈی کی معیشت کے اصولوں پر استوار کرنے میں ممد ثابت ہوں۔

☆ ہم ان زرعی طور طریقوں کی تائید کرتے ہیں جو مقامی ماحول کے موافق ہوں نیز ایسے استقلالی اقدامات کی جو آئندہ نسلوں کے حقوق اور خوشحالی کو یقینی بنائیں۔

سماجی شعبہ

☆ ہم ایک ایسے معاشرہ کا مطالبہ کرتے ہیں جس میں ہر شہری کو یکساں مواقع میسر ہوں۔

☆ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ عام تعلیم کی سہولت ہر کسی کو میسر ہونی چاہئے

☆ ہم سمجھتے ہیں کہ ترقیاتی اخراجات کے لئے قانونی تحفظ فراہم ہونا چاہئے جو اس بات کو یقینی بنائے کہ زندہ رہنے کے لئے بنیادی لوازمات میسر ہیں اور صحت کی دیکھ بھال، رہائش، تعلیم اور سماجی سہولتوں کا حق موجود ہے۔

☆ سرکاری شعبہ کے ترقیاتی پروگرام میں کوئی کٹوتی نہیں ہونی چاہئے۔

ماحولیات

☆ ہمارا یقین ہے کہ قدرتی وسائل کا انتظام بہترین طور پر مقامی سطح پر ہوسکتا ہے۔ ہم قدرتی وسائل کے مصلحت پسندانہ استعمال کا مطالبہ کرتے ہیں اور ایسی ترقی کی وکالت کرتے ہیں جو پائیدار ہو۔

شہری معاشرہ

☆ ہم اس ضرورت پر زور دیتے ہیں کہ شہری معاشرہ کی جانب سے اٹھائے گئے مقامی اقدامات کی پذیرائی کی جائے تاکہ جمہوری عمل کو فروغ حاصل ہو اور غیر سرکاری سطح پر حکومت اور ریاست کو اختیارات کے غلط استعمال سے روکنے کے لئے روک تھام کا ایک موثر نظام وضع کیا جائے۔

☆ شہریوں کو فیصلہ سازی اور ان پر عمل درآمد کے عمل میں سرگرم حصہ لینا چاہئے۔

طریق کار

☆ باشعور شہریوں، سیاستدانوں، مملکت اور حکومت کے مابین عوامی مکالمے

☆ موجودہ حکمت عملی پر عمل درآمد کے لئے منصوبہ بندی اور مسلسل نظر ثانی کا عمل تاکہ لبرل فورم کے لئے ایک موثر منصوبہ عمل تشکیل دیا جاسکے۔

☆ پاکستان کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ریاست کے مختلف اداروں کو پالیسی بنانے کے عمل کے دوران ایسے مشورے دینا جو کہ تحقیق پر مبنی ہوں۔

☆ شہری معاشرہ کے ایسے ہم خیال گروہوں کی تائید جو لبرل فورم جیسے ایجنڈوں پر کام کر رہے ہوں۔ لبرل فورم، اس کے ایجنڈہ اور ایسی حکمت عملیاں جن کی یہ پذیرائی کرتا ہے سے متعلق معلومات کی ترویج۔

ممبر شپ

ہر وہ شخص جو لبرل فورم کے خیالات سے متفق ہو، اس کے بنیادی اصولوں سے اتفاق رکھتا ہو وہ لبرل فورم کا ممبر بن سکتا ہے۔ دلچسپی رکھنے والے خواتین و حضرات درج ذیل پتہ پر تحریر فرمائیں۔ لبرل فورم آپ کو ایک ممبر شپ فارم ارسال کرے گا۔ ممبرز کو مستقبل میں ایک ممبر شپ فیس بھی ادا کرنا ہوگی تاکہ لبرل فورم کی سرگرمیوں کے اخراجات پورے کئے جاسکیں۔

لبرل فورم پاکستان
پوسٹ بکس نمبر 1368 اسلام آباد۔ پاکستان

شہری کے لئے رضاکاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھ ذیلی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

- آلودگی کے خلاف
- میڈیا اور بیرونی روابط (نیوز لیٹر)
- قانونی (غیر قانونی عمارتیں)
- تحفظ ورثہ (پرانی عمارتیں)
- پارکس اور تفریح
- مالی حصول۔

ہر وہ شخص جو شہری کے جاری اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے مدد (رقم/فیس) کرنا چاہے اس سے گزارش ہے کہ وہ شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون، فیکس یا ای میل کے ذریعے شہری کے سیکریٹریٹ سے رابطہ کریں۔

ریحانہ افتخار

عالمی یوم خواتین

خواتین کیلئے معاشرتی رویوں میں تبدیلی ضروری ہے

8مارچ کو خواتین کا عالمی دن منایا جاتا ھے اس دن سرکاری و غیرسرکاری دونوں سطحوں پر مختلف تقریبات ہوتی ھیں اور خواتین کو درپیش مسائل کو اجاگر کیا جاتا ھے اس برس خواتین کے عالمی دن کے حوالے سے مختلف تقریبات، ورکشاپس، سیمینار اور میلوں کے انعقاد کا سلسلہ تقریباً مہینہ بھر جاری رہا۔ آغا خان یونیورسٹی کے ورکنگ گروپ فار ویمن (WGW) کی جانب سے ایک بہت دلچسپ اور منفرد پروگرام ہوا جس میں تقریریں کم اور خاکے، ٹیبلو اور نظمیں زیادہ سنائی گئیں اس لئے شرکاء نے بہت دلچسپی کا اظہار کیا۔

ڈبلیو جی ڈبلیو کی ڈاکٹر طاہرہ خان نے تاریخ کے صفحات میں اس عورت کو تلاش کیا جس نے عورتوں کے عالمی دن کو منانے کی تجویز دی تھی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں اس دن کی اہمیت کا بھی تذکرہ کیا اور بتایا کہ یہ دن پہلی بار کب کیوں اور کہاں منایا گیا تھا؟

یہ بات درست ہے کہ بہت کم لوگوں کو اس دن کے پس منظر کے بارے میں پورا علم ہے عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ اقوام متحدہ جیسے دوسرے دن مناتی ہے یہ دن بھی ایسے ہی دنوں میں سے ایک ہے۔ ڈاکٹر طاہرہ خان نے اپنی تقریر میں بہت سی معلومات فراہم کیں۔ انہوں نے کہا۔ ''خواتین کے عالمی دن کے تصور کو ابتدائی تحریک 8 مارچ 1857ء کو نیویارک کی گارمنٹ اور ٹیکسٹائل انڈسٹری میں کام کرنے والی خواتین کے مظاہرے سے ملی جو کم اجرتوں۔ طویل اوقات کار اور بدتر حالات کار کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں امریکہ کی سوشلسٹ خواتین نے 8 مارچ 1908ء کو عورتوں کا پہلا دن منایا جب نیویارک کی ہزاروں خواتین کارکنوں نے اپنے سیاسی و اقتصادی حقوق کے مطالبے کے لئے مظاہرہ کیا تھا، لیکن پھر 1909ء میں امریکہ میں یہ عورتوں کا قومی دن بن گیا۔

ڈاکٹر طاہرہ نے بتایا ''بین الاقوامی سوشلسٹ تحریک پر جرمن سوشلسٹ پارٹی کا گہرا اثر تھا۔ امریکہ کی خواتین کارکنوں اور سوشلسٹوں کی کارروائیوں سے متاثر ہوکر 1910ء میں کوپن ہیگن میں ہونے والی میٹنگ میں جرمن رہنما کلارا زیٹکن نے یہ تجویز پیش کی کہ دنیا بھر کی خواتین کو ہر سال اپنے مطالبات کے حق میں ایک خاص دن منانا چاہیئے چنانچہ نتیجے میں خواتین کا عالمی دن 8 مارچ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ پھر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعے 1977ء میں 8 مارچ کو خواتین کا عالمی دن قرار دیا اور اس طرح یہ دن دنیا بھر کے بیشتر ممالک میں سرکاری و غیرسرکاری سطح پر منایا جانے لگا اس دن کی افادیت اس لحاظ سے دوچند ہے کہ عورتیں مردوں کے مقابلے میں ہر میدان میں بہت پیچھے ہیں۔

ڈاکٹر طاہرہ نے بتایا کہ کلارا زیٹکن وہ عورت تھی جس نے امریکہ کی سوشلسٹ عورتوں کے قومی دن 8 مارچ کو 1910ء میں بین الاقوامی دن میں تبدیل کردیا۔ وہ 1857ء میں جرمنی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئی اس کے والدین جولاہے تھے۔ اس نے امتیازی نمبروں سے گریجویشن کی لیکن یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہی۔ اس زمانے میں جرمنی میں عورتوں کو یونیورسٹی میں داخلہ نہیں ملتا تھا اور اس کے غریب والدین یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اسے سوئٹزرلینڈ بھیجنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ ایک گورنس کی حیثیت سے کام کرنے لگی۔ کلارا کے عہد میں عورتیں شادی سے پہلے قانونی طور پر والدین کی سرپرستی میں رہتی تھیں اور عورتوں کو گھر سے باہر کام کرنے کے لئے شوہر کی اجازت لینی پڑتی تھی۔ شادی کے وقت اسے جو جائیداد ملتی تھی وہ شوہر کو منتقل کرنی پڑتی تھی (تقریباً ایسے ہی حالات کا سامنا ہمارے یہاں کی عورتوں کو اس وقت بھی ہے)

ڈاکٹر طاہرہ نے کلارا کے بارے میں مزید بتایا کہ اسے مارکس کے فلسفے اور مارکسی سیاست میں دلچسپی پیدا ہوگئی لیکن اس زمانے

میں جرمنی میں عورتیں سیاسی تنظیموں میں شامل نہیں ہوسکتی تھیں چنانچہ کلارا جرمن سوشلسٹ ڈیموکریٹک پارٹی سے قریبی تعلق و رابطے رکھنے کے باوجود 1908ء تک قانونی طور پر اس میں شمولیت اختیار نہیں کرسکی تھی 1878ء میں سوشلسٹ ڈیموکریٹک پارٹی کو ممنوع قرار دیا گیا تو وہ جلاوطن ہوکر پیرس چلی گئی جہاں اسے غربت، افلاس اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس دوران وہ پارٹی رہنما اور خواتین کے مسئلے کے بارے میں نظریہ داں کی حیثیت سے ابھری۔ اس نے 1892ء سے 1916ء تک عورتوں کے ایک پندرہ روزہ اخبار ''مساوات'' کی ادارت کی اس اخبار نے عورتوں کو کمیونسٹ تحریک میں شامل کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

ڈاکٹر طاہرہ نے کہا'' کلارا صرف طبقہ نسواں ہی نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی آزادی کے مقصد سے وابستہ تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ عورتوں کا دشمن مرد نہیں بلکہ استحصالی نظام ہے جس کا سامنا مرد کو بھی ہے۔ بیسویں صدی کی اس بہادر عورت کی زندگی اور جدوجہد کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں جس نے عورتوں کی تحریک کو لیبر یونین سے جوڑا تھا نامعلوم وجوہات کی بناء پر مورخوں اور سوانح نگاروں خاص طور پر انگریز دنیا نے کلارا کو یکسر نظر انداز کیا۔

ڈاکٹر خان نے عورتوں کے عالمی دن منانے کا پس منظر اور اس کی روح و رواں شخصیت کے بارے میں بتانے کے بعد سلائیڈز کے ذریعے دنیا بھر کی عورتوں کی حالت زار کی وضاحت کی۔ اعداد و شمار کے مطابق

دنیا کی دو تہائی عورتیں اور لڑکیاں ناخواندہ ہیں۔

130 ملین اسکول چھوڑنے والے بچوں میں سے 70 فیصد لڑکیاں ہیں۔

دنیا بھر میں 99 فیصد زرعی زمین مردوں کی ملکیت ہے لیکن 70 فیصد زراعت خواتین کرتی ہیں۔

ڈبلیو جی ڈبلیو کے اس پروگرام میں افریقی ایشیائی اور عرب طالب علموں نے مختصر خاکے پیش کئے جو حقیقت سے بہت قریب تھے۔ ایک خاکے میں ایک شوہر کو بیوی کی ترقی سے خائف دکھایا گیا شوہر کو اپنی

کلارا کے عہد میں جرمن عورتیں شادی سے پہلے والدین کی سرپرستی میں رہتی تھیں، شادی کے موقع پر انہیں جو جائیداد ملتی تھی وہ شوہر کو منتقل کرنی پڑتی تھی

وکیل بیوی کا جج بننا پسند نہیں آیا۔ اس نے طلاق اور بچوں کی تحویل کا مقدمہ دائر کیا اور فیصلہ کرنے والے جج کو عدلیہ میں اعلیٰ عہدوں کی پیشکش کی اور اس کے عوض میں فیصلہ اپنے حق میں کرالیا اور بیوی روتی رہ جاتی ہے۔

دوسرا خاکہ صنفی تفریق کے موضوع پر تھا جس میں شوہر بیٹے کی میڈیکل تعلیم پر بہت زیادہ خرچ کرنے کا خواہشمند تھا لیکن اپنی ذہین بیٹی کی تعلیم پر خرچ کو ضیاع قرار دیتا تھا لیکن بیوی بیٹی کی اعلیٰ تعلیم کی حامی تھی وہ اسے وکیل بنانا چاہتی تھی۔ آخر بحث و مباحثے کے بعد میاں بیوی اس بات پر متفق ہو جاتے ہیں کہ بچوں سے پوچھا جائے کہ وہ مستقبل میں خود کیا بننا چاہتے ہیں؟

تیسرا خاکہ مرد اور عورت کی مساوات کے بارے میں تھا۔ شوہر بیوی کی ترقی پر خوش ہوتا ہے۔ اس کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کی راہ میں حائل نہیں ہوتا بلکہ گھر اور بچوں کی ذمہ داریوں میں برابر کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ یہ ایک خوش و خرم خاندان کا تصور تھا۔

زندگی سے قریب ان خاکوں میں آغا خان یونیورسٹی کے طلباء و طالبات نے اپنے کردار بہت سادگی و فطری انداز میں سمجھائے۔

آغا خان میڈیکل یونیورسٹی ہاسپٹل کے نرسنگ اسکول کی تین طالبات شہلا، امینہ اور پروین نے ایک نظم ''ارادے کر بلند'' کے موضوع پر پڑھی۔

شاعرہ سراج المنیر نے ''یہ صدی خواتین کی صدی ہے'' صالحہ کوثر نے ''عالمی یوم خواتین ہے آج'' اور سیما رضا نے ''جھنجھنا'' کے عنوانات پر اپنی نظمیں سنائیں۔ عطیہ داؤد حقوق انسانی اور عورتوں کے حقوق کے لئے بہت سرگرم عمل ہیں شاعرہ اور مضمون نگار بھی ہیں۔ انہوں نے عورتوں کی حیثیت کے حوالے سے اپنی کئی خوبصورت مختصر نظمیں سنائیں۔

تحریک نسواں کی جانب سے شیما کرمانی اور ان کے ساتھیوں کی پیش کردہ ایک ٹیبلو کہانی ایک عورت تین سیب نے ڈبلیو جی ڈبلیو کی اس تقریب میں شرکاء کے دل موہ لئے۔ یہ خلیفہ ہارون الرشید کے عہد کا قصہ تھا۔ جب بادشاہ کے سامنے دریائے دجلہ سے ایک صندوق نکالا جاتا ہے جس میں سے ایک حسین عورت کی لاش نکلتی ہے۔ قاتل کی تلاش ہوتی ہے اور آخر ایک آدمی جو عورت کا شوہر ہونے کا دعویدار ہوتا ہے قتل کا اقرار کرتے ہوئے پورا قصہ بیان کرتا ہے۔

''میری بیوی مجھ سے سیب کھانے کی خواہش کا اظہار کرتی ہے۔ سیب بغداد میں نہیں ہوتے اس لئے مجھے اپنی چہیتی بیوی کی خواہش پورا کرنے کے لئے بصرہ جانا پڑا جہاں سے میں نے تین دینار میں تین سیب خریدے اور پندرہ دن میں واپس گھر پہنچا۔ میری بیوی سخت بیمار تھی۔ اس کا بخار پندرہ دن میں اترا۔ یہ تمام وقت میں نے گھر پر رہ کر اپنی بیوی کی تیمارداری میں گزارا میں نے اسے دو سیب بھی کھلا دیئے اور تیسرا باقی تھا۔ اس کا بخار اترنے پر میں اپنی دکان پر پہنچا۔ شام کے وقت میں نے ایک پہلوان کو ایک سیب لئے دیکھا جس کے گرد لوگ جمع تھے اور حیران تھے کہ بغداد میں پہلوان کے پاس سیب کہاں سے آیا۔ لوگوں کی حیرانی پر پہلوان کہتا ہے کہ یہ سیب میری محبوبہ نے دیا ہے۔ وہ بیمار تھی اس کا بے وقوف شوہر اس کے لئے بصرہ جاکر تین دینار میں تین سیب لایا تھا۔ یہ آخری سیب اس نے مجھے دے دیا۔ پہلوان کی بات سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی میں فوراً گھر پہنچا اور بیوی کو قتل کر کے ایک صندوق میں رکھا اور دجلہ

میں بہا دیا۔ رات کو جب میں گھر پہنچا تو میرا بیٹا بیٹھا رو رہا تھا میرے پوچھنے پر اس نے ڈرتے ڈرتے بتایا کہ ''میں بچا ہوا سیب لے کر باہر گیا تھا لیکن پہلوان نے وہ سیب مجھ سے چھین لیا حالانکہ میں نے بہت منت سماجت کی تھی اسے بتایا تھا کہ میری ماں بیمار ہے اور ابا اس کے لئے بصرہ سے تین دینار میں تین سیب لائے تھے۔ یہ تیسرا سیب بچا ہے جو میں اپنے دوستوں کو دکھانا چاہتا ہوں لیکن اس نے مجھے دھکا دیا اور سیب لے کر چلا گیا۔''

بیٹے کی بات سن کر میری سمجھ میں پوری بات آ گئی میں شک کی آگ میں جل کر اپنی بیوی کو قتل کر چکا تھا۔ میں نے پورا قصہ جاننے کی زحمت نہیں کی تھی۔ میں نے ایک معصوم اور بے قصور عورت کو جان سے مار دیا۔

یہ کہانی ہارون الرشید کے عہد کی تھی لیکن ہمارے ملک میں آج بھی اکیسویں صدی میں عورتوں کا قتل معمول کی بات ہے۔ اس پروگرام کی کمپیئرنگ محترمہ مہناز رحمن نے کی۔

خواتین کا عالمی دن منانے کے سلسلے میں آرٹس کونسل میں ایک میلے کا انعقاد ہوا جو سارا دن جاری رہا۔ میلے کا اہتمام عورت فاؤنڈیشن، ویمن ایکشن فورم، ایمنسٹی انٹرنیشنل، آرٹس کونسل آف پاکستان، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان، سندھ گریجویٹس ایسوسی ایشن، ادارہ امن و انصاف، شرکت گاہ، روشن، وار اگینسٹ ریپ وغیرہ نے مل کر کیا تھا۔ میلے کا افتتاح ڈاکٹر روتھ فاؤ نے کیا۔ میلے میں خواتین کی ترقی کے لئے کام کرنے والی بہت سی غیر سرکاری تنظیموں نے اسٹال لگائے تھے جس میں گھریلو دستکاریاں، کھانے پینے کی اشیاء، کھلونے، کشیدہ کاری کے نمونے اور سجاوٹی اشیا رکھی گئی تھیں۔ میلے میں خواتین اور بچوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ایک ورکشاپ بھی ہوا جس کے شرکاء سے سندھ ہائیکورٹ کے سابق جج جناب رشید اے رضوی، سندھ محتسب اعلیٰ کے دفتر کی ڈائریکٹر جنرل محترمہ مہتاب راشدی، ڈاکٹر شیر شاہ، ہیومن رائٹس کمیشن کے معظم علی اور عورت فاؤنڈیشن کی نزہت شیریں نے خطاب کیا۔

ورکشاپ میں مقررین نے خواتین کے لئے ہر میدان میں مساوی مواقعوں کا مطالبہ کیا تا کہ وہ ملک کی ترقی و خوشحالی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ مقررین کی جانب سے سماجی رویوں کی تبدیلی پر بھی زور دیا گیا ان کا کہنا تھا کہ ماں وہ اولین ادارہ ہے جہاں بچہ بنیادی تربیت حاصل کرتا ہے۔ اس لئے خواتین کو چاہئے کہ وہ اپنے بیٹوں کی خصوصی تربیت کریں تا کہ وہ جب بڑے ہوں تو عورتوں کے ساتھ عزت کے ساتھ پیش آئیں۔

اس خیال کا بھی اظہار کیا گیا کہ معاشرہ میں عورتیں اپنی زندگی کے کسی بھی موقع پر خود مختار نہیں ہوتیں۔ ابتداء میں ان کی زندگی کے ہر فیصلے کی ڈور باپ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ پھر بھائی اور شوہر یہ جگہ لے لیتے ہیں آخر میں وہ اپنے بیٹوں کے ہر فیصلے پر سر تسلیم خم کرتی ہے۔ یہ سب مردان کی زندگی کے تمام اہم فیصلے ان کی طرف سے کرتے ہیں۔

ایک مقرر نے اس مشہور کہاوت کا تذکرہ کیا جس میں کہا گیا تھا کہ ''بیٹی کو تعلیم سے آراستہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے آپ اپنے پڑوسی کے درخت کو پانی اور کھاد سے سینچ رہے ہوں۔'' انہوں نے کہا کہ ہمارے معاشرے میں اس نقطہ نظر سے اتفاق رکھنے والے کم نہیں ہیں۔ جب تک اس قسم کے رویے تبدیل نہیں ہوں گے اس وقت تک تبدیلی کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔

مقررین کا یہ بھی کہنا تھا کہ بہت سے علاقے ایسے بھی ہیں جہاں عورتوں کو انسان نہیں سمجھا جاتا بلکہ ان سے چیزوں اور جانوروں جیسا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ کچھ علاقوں میں قتل ہونے والے مرد کے خاندان کو تاوان اور ہرجانے میں عورت دے دی جاتی ہے۔

کچھ علاقوں میں ذاتی بدلے چکانے یا قبائلی جھگڑے اور تنازعے طے کرنے کے لئے عورتیں قتل کر دی جاتی ہیں یا عزت کے نام پر یا کاروکاری میں انہیں قتل کر دیا جاتا ہے۔ مقررین نے عورتوں کے خلاف موجودہ امتیازی قوانین خصوصاً حدود آرڈیننس کے خاتمے کا پرزور مطالبہ کیا۔

مقررین نے گھریلو تشدد کی واضح تشریح اور اس اذیت ناک و ظالمانہ سلوک سے نمٹنے کے لئے خصوصی و واضح قانون سازی کی ضرورت پر اصرار کیا تا کہ گھریلو تشدد کی شکار عورت کی شکایت و تکالیف کا ازالہ ممکن ہو سکے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب کوئی مظلوم عورت تھانے جا کر اپنے اوپر ہونے والے گھریلو تشدد کے خلاف رپورٹ درج کرانا چاہتی ہے تو واضح قوانین کی غیر موجودگی میں تھانے کا عملہ یہ کہہ کر اس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے کہ یہ ایک گھریلو مسئلہ ہے اور اسے گھر کی چاردیواری کے اندر ہی طے کرنا چاہئے۔

اگرچہ چند ایک قوانین موجود ضرور ہیں، لیکن لاعلمی کے باعث ان پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔ ایک قانون کے تحت اگر شوہر اپنی حاملہ بیوی کو مارتا پیٹتا ہے اور اس کا حمل ضائع ہو جاتا ہے تو شوہر کو جیل بھیجا جا سکتا ہے لیکن اس قانون کا استعمال شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کیونکہ عورتوں کی لاعلمی کے باعث پولیس کو ایسے بہت ہی کم واقعات کی رپورٹ کی جاتی ہے۔

عورتوں کے لئے طبی سہولتوں کو بہتر بنانے کے لئے بہت کم اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ مقررین کے مطابق ہر سال 30 ہزار عورتیں زچگی کے دوران اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ تقریباً چار لاکھ عورتیں حمل

(باقی صفحہ 22 پر)

دنیا کی 66فیصد عورتیں ناخواندہ ہیں، 130 ملین اسکول چھوڑنے والے بچوں میں 70فیصد لڑکیاں ہیں، دنیا بھر میں 99فیصد زرعی زمین مردوں کی ملکیت ہے لیکن 70فیصد زراعت خواتین کرتی ہیں

شہری سرگرمیاں

شہری یوتھ اراکین کی ڈان ایجوکیشن پروگرام میں شرکت

شہری سی بی ای نے غیرنصابی سرگرمیوں کو منظم کرنے کا عمل کیا ہے جس میں نوجوانوں کو شریک کیا گیا ہے۔ یہ زیادہ تر اسکول جانے والے بچے ہیں تاکہ سماجی، ماحولیاتی اور ترقیاتی مسائل و تشویش پر ان کے نقطہ نظر کو وسعت دی جاسکے اور وہ ملک میں ایک ترقی پسند اور روشن خیال شہری معاشرے کے قیام کے لئے پوری طرح لیس ہوں۔

ڈان تعلیمی پروجیکٹ میں یہ ایک جدت پسند پروگرام ہے۔ جس کا مقصد بچوں کو اخبارات کا مطالعہ کرنے کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ تاکہ وہ اپنے اطراف کی دنیا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرسکیں۔

شہری نے کراچی کیمرج اسکول (سینئر سیکشن) کے طلباء و طالبات کے لئے ہارون ہاؤس میں روزنامہ ڈان کے دفتر کے دورے کا انتظام کیا تاکہ وہ یہ دیکھ سکیں کہ اخبار کس طرح شائع کیا جاتا ہے۔ ''ڈان تعلیم میں'' کی پروجیکٹ کوآرڈی نیٹر محترمہ فرشتہ ڈنشا نے مہمان طلباء و طالبات کو اخبار کی چھپائی کے عمل اور تعلیمی میدان، معلومات عامہ اور اسکول جانے والے بچوں کی روزمرہ کی سرگرمیوں کے بارے میں اس کی اہمیت کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کیں۔

بعد میں روزنامہ اسٹار کے چیف ایڈیٹر جناب کمال مجید اللہ نے بچوں کے سوالات کے جوابات دیئے جو اخبار اور حاکمیت سے متعلق معاملات اور شہریوں کو درپیش حالیہ مسائل سے تعلق رکھتے تھے۔

ہارون ہاؤس میں ڈان گروپ آف نیوز پیپر ایک ماحول دوست انداز میں نہایت موثر طریقے پر چلایا جارہا ہے۔ ہارون ہاؤس دھوئیں کی آلودگی سے پاک ہے۔ چھپائی کے لئے ڈان گروپ کے استعمال میں آنے والا کاغذ ڈنمارک، کینیڈا اور سری لنکا سے درآمد کیا جاتا ہے جہاں جنگلات کے اضافے و تحفظ کے لئے دیرپا سرگرمیاں اپنائی گئی ہیں۔ ڈان کی چھپائی کے لئے ہیڈل برگ ہیرس پرنٹنگ مشینیں استعمال ہوتی ہیں جو 2000 کاپیاں فی منٹ نکالتی ہیں۔ ڈان کی چھپائی کا آغاز رات دو بجے سے ہوتا ہے اور یہ عمل چار بجے صبح تک مکمل ہو جاتا ہے۔ اخبار فروشوں کو صبح چھ بجے تک اخبار تقسیم کردیا جاتا ہے۔ کاغذ کی ایک بڑی مقدار محفوظ بھی رکھی جاتی ہے تاکہ کسی پریشانی سے محفوظ رہا جاسکے مثلاً حکومتوں کی جانب سے کاغذ پر لگائی جانے والی پابندی کی صورت میں اخبار کی اشاعت کو ممکن بنایا جاسکے۔

شہری کی ٹیم کے دورے کے وقت شام کے اخبار اسٹار کی چھپائی ہو رہی تھی چنانچہ ٹیم کو اخبار کی چھپائی کے پورے عمل کو الف سے یے تک دکھایا گیا۔ تعلیمی اجلاس کے بعد مشروبات سے تواضع کی گئی بچوں میں اسٹار اخبار کا ایک شمارہ اور رائٹنگ پیڈ تقسیم کئے گئے۔ ❖

شہری یوتھ ٹیم کے اراکین

عزیز رانجھانی

نابینا ڈولفن کی افسوسناک موت

قاتلوں نے مردہ ڈولفن کو چارپائی پر ڈالا اور جوہی میں نمائش کے لئے لے گئے تا کہ اپنی بہادری کا سکہ جما سکیں

یکم دسمبر 2000ء بروز ہفتہ کی شام ہنہل خان جمالی نامی گاؤں کے لوگوں نے دریائے سندھ کی ایک ڈولفن کو ہلاک کردیا۔ یہ گاؤں جوہی کے قریب ہے۔ ڈولفن رائس کینال کے ذریعے دادو کینال میں چلی گئی تھی وہاں سے جوہی برانچ کے رواں پانی میں داخل ہوئی تھی جہاں ناواقف دیہاتیوں نے اسے جان سے مار ڈالا۔ یہ افسوسناک واقعہ اس وقت پیش آیا جب قریبی گاؤں کا ایک لڑکے نصیر احمد لغاری 40 آر ڈی کی جگہ پر سیلاب سے بچاؤ کے بند کے ساتھ جوہی برانچ کے رواں پانی میں تیراکی کر رہا تھا۔

اچانک اس نے ایک بڑے جسم کو پانی میں حرکت کرتے دیکھا۔ اس نے زور زور سے چلانا شروع کردیا۔ قریبی گاؤں کے لوگ اسے بچانے کے لئے آپہنچے۔ انہوں نے صورتحال کا اندازہ لگانے کا بھی انتظار نہیں کیا اور گاؤں سے اپنے مسلح لوگوں کو اس نایاب اور پرامن مخلوق کو قتل کرنے کے لئے بلالیا۔ انہوں نے اپنی خودکار رائفلوں سے اس نابینا انڈس ڈولفن پر اندھادھند فائرنگ کردی۔ مقامی طور پر اس ڈولفن کو ''اندھی بھولن'' کہا جاتا ہے۔

پھر انہوں نے اس مردہ ڈولفن کو ایک چارپائی پر ڈالا اور قریبی شہر جوہی میں نمائش کے لئے لے گئے تا کہ لوگوں پر اپنی بہادری کا سکہ جما سکیں۔ لوگوں کی بڑی تعداد اندھی ڈولفن کو دیکھنے کے لئے آئی۔ وہاں موجود لوگوں کی اکثریت مردہ جسم کی شناخت کی تشخیص نہیں کر پائی۔ قاتل بہت خوش تھے اور اپنے عمل کی داد و تحسین میں مصروف تھے۔

اس اطلاع کے موصول ہوتے ہی میں اس جگہ پہنچا مردہ ڈولفن کو جوہی شہر کے باہر رکھا ہوا تھا اور سینکڑوں لوگ اس ''خصوصی مخلوق'' کو دیکھنے کے لئے جوق در جوق آرہے تھے۔ میں نے ڈولفن کے پر نما بازوؤں کے قریب دائیں جانب گولیوں کے دو سوراخ اور کلہاڑی کا ایک چھوٹا سا زخم بھی دیکھا۔ یہ افسوسناک واقعہ لوگوں کی جنگلی حیات اور ماحولیاتی مسائل سے متعلق ناواقفیت اور شعبہ جنگلی حیات کی بے توجہی و تغافل کے باعث پیش آیا۔ اس نایاب مخلوق (ڈولفن) کے تحفظ کے لئے شعبہ جنگلی حیات سندھ نے اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (UNDP) کے مالیاتی اعانت اور دیگر اداروں کی تیکنیکی تعاون سے سکھر میں اندھی ڈولفن بچاؤ یونٹ قائم کیا ہے۔ یہ درخواست کی جاتی ہے کہ متعلقہ ادارے اور ماحولیاتی ایجنسیاں دریائے سندھ میں موجود بقیہ ڈولفن کے بچاؤ اور تحفظ کے لئے آگے آئیں ورنہ جلد ہی یہ معدوم ہو جائیں گی۔

(عزیز رانجھانی۔ رکن شہری۔ سی بی ای)

توانائی کے لئے متبادل ذرائع اختیار کرنا ناگزیر ہیں

فی الوقت تیل اور گیس پر انحصار زیادہ ہے

دنیا بھر میں توانائی کا استعمال 1999ء میں 0.2 فیصد تک بڑھ چکا تھا۔ اس کے مقابلے میں گزشتہ دس برسوں میں اس کا اوسط 0.9 فیصد تھا۔ او ای سی ڈی ممالک میں یہ 144 فیصد اضافے پر مشتمل ہے ان ممالک کی معیشتیں مضبوط ہیں جبکہ ترقی پذیر ممالک میں مجموعی طور پر 2.3 فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔ ان میں سے بیشتر ممالک کی معیشتیں تلاطم کا شکار ہیں، لیکن بہت سے ترقی پذیر ممالک نے یہ دکھایا ہے کہ توانائی کا استعمال اور کاربن ڈائی آکسائڈ کا اخراج افزائش کی مدت کے دوران بھی کر سکتا ہے۔ وہ ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں اپنے اخراج میں کمی لانے کے لئے زیادہ کام کر رہے ہیں اگرچہ انہوں نے ایسا کرنے کے لئے کسی قسم کی کوئی پابندی یا ذمہ داری قبول نہیں کی اور نہ ہی کوئی وعدہ کیا ہے۔

متبادل توانائی کے ذرائع میں قابل تجدید اور موجودہ ذرائع شامل ہیں، لیکن انہیں وسیع پیمانے پر نہیں آزمایا گیا ہے کہ وہ کوئی نمایاں فرق پیدا کر سکتے۔ توانائی کے استعمال کے موثر اقدامات اور توانائی کی کمی کی نئی ٹیکنالوجی مثلاً آلودگی سے پاک کاریں، زمین سے نکالے ہوئے ایندھن پر انحصار کو کم کرنے کے طریقے بھی ہیں۔

میکسیکو کے قومی کمیشن برائے تحفظ توانائی نے بوائیلروں، ریفریجریٹروں، عمارات، بجلی کی موٹروں اور ایئر کنڈیشنروں کے لئے کارکردگی کے معیارات متعارف کرائے ہیں، لیکن بہت سے ممالک میں بعض ممکنہ متبادل کے لئے خاصی سیاسی اور شہری معاشرے کی مزاحمت پائی جاتی ہے۔ بہت سے لوگوں کو یہ خوف ہے کہ وہ مہنگے یا غیر موثر ہوں گے۔

اس وقت پیداوار اور خرچ کا تیل اور گیس پر بہت زیادہ انحصار ہے جسے توانائی کے دیگر ذرائع کی جانب منتقل ہونا بہت ضروری ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟

اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام (یو این ای پی) کے مطابق ''موجودہ اور متوقع ٹیکنالوجی (متبادل توانائیوں اور توانائی کی موثر ٹیکنالوجیاں) زمینی ایندھن سے نکلے ہوئے کاربن ڈائی آکسائڈ کے عالمی اخراج کو 1990ء میں 6 بلین ٹن سے 2001ء میں 2 بلین ٹن تک کم کر سکتی ہیں۔

ثقافتی وسماجی عوامل

بہت سے ممالک میں گرین ہاؤس گیس کے اخراج میں کمی ایک اہم و بڑا عنصر توانائی کی بچت ہوگا۔ تعمیر میں استعمال ہونے والی توانائی کی مقدار میں کمی بھی اس میں شامل ہے۔ سائنسی تحقیق مسئلہ کا صرف ایک حصہ ہے۔ ٹیکنالوجی اختیار کرنا ثقافتی، سماجی، اداراتی اور تجارتی عوامل کا ایک الجھا ہوا اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ سات یورپی ممالک کے ایک مطالعے میں یہ سفارش کی گئی ہے کہ توانائی کے بچاؤ کی حکمت عملیوں کی تدابیر کی پالیسی بناتے وقت اس حقیقت کا جاننا ضروری ہے کہ یہ ایک سماجی عمل ہے۔

ڈاکٹر الزبتھ شوو مرکز برائے سائنس اور ماحول لنکاسٹر یونیورسٹی۔ یوکے

بہت برسوں تک روایتی توانائی کے

شعبے نے متبادل توانائی کے ذرائع کو غیر موثر، چھوٹے پیمانے اور مہنگا ہونے کے باعث رد کیا گیا کہ ایک سے دوسرے طریقے کو اختیار کرنے کی قیمت بہت زیادہ ہے، لیکن اب یہ خیال شاید تبدیل ہونے کو ہے۔

متبادل توانائی کے شعبہ کی آہستہ رو افزائش، تیکنیکی ترقی، جدید سرمایہ کاری اور ماحولیاتی تشویش، متبادل توانائیوں کو دقیقہ اس حجم دینے کے لئے اکٹھا ہو رہے ہیں جس کی انہیں ضرورت ہے۔ کل کا میگزین انہیں ''نئی چیز'' کی حیثیت سے دیکھتا ہے تاکہ اسٹاک مارکیٹوں میں ہیجان پیدا کر سکے۔

''جب سرمایہ تبدیلی کی مزاحمت کرنے کی بجائے اسے خطرات سمیت قبول کرے تو مارکیٹیں پیدا ہوتی ہیں اور دنیا میں راتوں رات کایا پلٹ لیتی ہیں۔''

لیکن دیگر کچھ کم پرجوش ہیں انہوں نے متوجہ کیا ہے کہ صاف توانائی کے ذرائع کے لئے ان کے ظاہرہ جوش و ولولے کے باوجود تیل کی بڑی کمپنیاں آج بھی تیل اور گیس کے نئے ذرائع کی تلاش میں بہت آگے چلی گئی ہیں کہ شکی مزاج یہ کہتے ہیں کہ بڑی کمپنیوں کے ''گرین انرجی'' پروگرام تعلقات عامہ کی مشق سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔

بنگلہ دیش، جنوبی چین کا سمندر اور چین اور جاپان کے درمیان واقع سینکاکو جزیرے وہ چند علاقے ہیں جہاں کمپنیاں اور حکومتیں تیل اور گیس کے نئے فیلڈ پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ اگر یہ اور دوسرے فیلڈ اتنے ہی زرخیز اور ثمر آور ہیں جتنا کہ ڈیولپر سمجھتے اور امید کرتے ہیں اور وہ انہیں اپنے مقاصد کے لئے استعمال بھی کرنے لگیں تو وہ دنیا کو آنے والے بہت برسوں تک زمینی ایندھن پر انحصار جاری رکھنے کے قابل بنا دیں گے۔

زیادہ تر بجلی کوئلے یا دیگر زمینی ایندھن سے تیار کی جاتی ہے، بجلی کی تیاری میں ٹرانسپورٹ گرین ہاؤس گیسوں کی تخلیق کے بڑے مجرم ہیں

روشن دنیا۔ بجلی

دنیا کی زیادہ تر بجلی کوئلے یا دیگر زمینی ایندھن کو استعمال کرکے پیدا کی جاتی ہے۔ بجلی کی تیاری اور ٹرانسپورٹ گرین ہاؤس گیسوں کی تخلیق کے بڑے مجرم ہیں، لیکن بجلی پیدا کرنے کے ایسے بھی طریقے ہیں جو کم آلودہ ہیں۔ اسی مقدار میں اشیاء کی تیاری کے لئے بجلی کو کم استعمال کرنے کے طریقے بھی ہیں۔ اس لمحے ڈرامائی تبدیلی کی ایک مدت میں بہت سے عوامل ہیں۔ صنعتی ملکیت اور سرمایہ کاری، ٹیکنالوجی اور مال، انفارمیشن ٹیکنالوجی، اشیاء کا ڈیزائن اور عمل، سماجی و ماحولیاتی تشویش مل کر کہیں زیادہ صاف اور زیادہ موثر طور پر برقی قوت سے بھرپور اکیسویں صدی پیدا کر سکتے ہیں۔

امدادی رقم

بڑھتی ہوئی توانائی کی مارکیٹ میں نئی کمپنیوں اور نئی ٹیکنالوجیوں کو داخل ہونے کا منصفانہ موقع دینے کے لئے حکومتوں پر امدادی رقم اور ٹیکسوں کی چھوٹ کو ختم کرنے کے لئے دباؤ ہے جو زمینی ایندھن کی توانائی کا تحفظ کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر صنعتی ذرائع سے 250 فیصد کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج کے ذمہ دار 14 ترقی پذیر ممالک نے زمینی ایندھن کے ضمن میں امدادی رقم کو 1990ء اور 1995ء کے درمیان 45 فیصد تک کم کر دیا جو 60 بلین ڈالر سے 33 بلین ڈالر تک تھی۔ امدادی رقم میں کمی۔ توانائی کے زیادہ موثر استعمال کے فروغ پر بڑا گہرا اثر ڈالتی ہے۔ اسی مدت میں او ای سی ڈی ممالک نے مالی امداد میں صرف 20.5 فیصد کمی کی جو 1245 بلین ڈالر سے 9 بلین ڈالر تک تھی۔

اس وقت امریکہ زمینی ایندھن کی صنعتوں کو 20 بلین سالانہ کے حساب سے امدادی رقم دیتا ہے۔ عالمی طور پر زمینی ایندھن کی کل امدادی رقم کا اندازہ تقریباً 300 بلین ڈالر سالانہ ہے۔ او ای سی ڈی کا اندازہ ہے کہ صرف یورپی یونین اور جاپان میں زمینی ایندھن کی امدادی رقم ختم کر دی جائیں تو موثر اقدامات کا آغاز ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے 2005ء تک کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج میں 13 فیصد تک کمی واقع ہو سکتی ہے۔

حکومتیں نئی کمپنیوں کی طرح پرانی کمپنیوں کو بھی سختی کے ساتھ ماحولیاتی معیارات پر عمل پیرا ہونے کا پابند بنا سکتی ہیں۔

پیمانہ

''مائیکرو پاور'' چھوٹے یونٹوں کے ذریعے بجلی پیدا کرنے کے لئے ایک مقبول ترین لفظ بن چکا ہے جو قومی گرڈوں کو بجلی پہنچا رہے ہیں یا نقطہ استعمال کے قریب ہیں۔ گھریلو پیمانے پر بجلی پیدا کرنے والے یونٹس بھی اب افق پر نمودار ہو چکے ہیں۔ مائیکرو پاور موثر، صاف اور سستی ہو سکتی ہے۔ ترقی پذیر ممالک اس کی جانب چھلانگ لگا کر بڑھ سکتے ہیں۔ خصوصاً غریب اور دیہی علاقوں کی خدمت کے لئے یہ فوری اقدام اٹھایا جا سکتا ہے کیونکہ دنیا بھر میں اب بھی دو بلین افراد بجلی کے گرڈوں (بجلی کے تاروں کے جال) سے منسلک نہیں ہیں۔

قابل تجدید توانائی کے ذرائع

دنیا بھر میں ہوا سے توانائی پیدا کرنے کی ٹیکنالوجی کو بہت تیزی سے فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ 1990ء سے 1998ء کی درمیانی مدت میں اس کی افزائش میں 22 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ جرمنی میں اس کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ اس کے بعد امریکہ، ڈنمارک، انڈیا اور اسپین کے نام آتے ہیں۔

1990ء سے 1998ء کی مدت میں شمسی توانائی میں 15.9 فیصد اضافہ ہوا ہے شمسی سیلز کی قیمت تیزی سے گر رہی ہے اور جلد ہی توانائی کے مقابل ذرائع کی قیموں کی سطح پر پہنچ جائے گی۔ تیل کمپنی مثلاً بی پی نے شمسی توانائی پر اپنے اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے 1997ء میں نمایاں سرمایہ کاری کی بی پی کا خیال ہے کہ 2050ء تک دنیا کو توانائی کا 50 فیصد حصہ قابل تجدید ذرائع سے حاصل ہوگا۔ اس وقت کینیا میں شاید سب سے بڑی شمسی استعداد ہے۔ جسے کوئی مالی امداد (Subsidy) نہیں ملتی۔ تقریباً ایک لاکھ افراد چھوٹے شمسی پینل استعمال